فتاویٰ اور اجتہادی کاوشوں میں مقاصد شریعت کی رعایت

*عبدالغفار

Abstract

The paper examines the place and role of Maqasid al-Shari'ah in the systematic processes of intellectual and civilizational renewal of the Ummah .It addresses the issue of Maqasid al-Shari'ah not only as a tool for the exertion of creative Ijtihad within the traditional framework of our legal thought and practice but within a more extended spectrum of thought that brings the concept of Maqasid to the fore of the civilizational and social reconstruction of the Muslim thought, personality, culture and civilization at large. The paper submits that the Maqasid Framework can play an important role in enhancing the Ummahs abilities and qualities of civilizational renewal. However, there is a need to review the Maqasid Framework itself in order to ensure its effectiveness in providing the necessary principles, methods and guidelines required in the processes of civilizational renewal. The paper assumes that by adopting the Maqasid Framework would be enabled to provide a more integrated and comprehensive system for Ijtihad and transformation of the Ummah. The paper follows textual analysis in order to scrutinize the urgency of creative civilizational ijtihad that can reflect the civilizational dimension of Maqasid al-Shari'ah.In line with this the paper examines the ways of restoring back the sense of civilizational and social dynamism to the Maqasid approach in creating the methodological, epistemological and social frameworks for a contemporary Islamic civilizational renewal.

Keywords: Ijtihad, Fatwa, Maqasad-al shariah

فقہ اسلامی کا زندگی اور سماج کے ساتھ گہرا تعلق ہے، اسلام کے بنیادی سرچشمے قرآن اور حدیث سے مستنبط ہونے والا یہ قانونی مجموعہ ہی زندگی کے شب و روز اور سماج کے نشیب و فراز میں رہنمایانہ کردار ادا کرتا ہے اسی سے سماج کو حرکت وحرارت ملتی ہے اور اسی کی روشنی میں زندگی کا سفر آفاق کی نئی فضاؤں، زمین کی پھیلتی اور سکڑتی

*لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔

وسعتوں اور صبح وشام کی پر پیچ راہوں پر بھی ٹھیک ٹھیک اپنی منزل کی طرف جاری رہتا ہے۔علماء امت نے اپنے اسلاف سے دین کی امانت حاصل کی اور زندگی میں اس کو برتنے کا نہج ان سے سیکھا۔اور پھر اسی نہج پر ہر دور میں مسائل زندگی کے ساتھ احکام شرع کا رشتہ استوار کیا جاتا رہا۔

اسلامی شریعت کا دائرہ کسی زمانہ یا ملک وقوم تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے اسلامی شریعت پر عمل کرنا واجب ہے۔اسلامی شریعت جس طرح ان ممالک کے لئے ہے جن کی زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔اسی طرح غیر مسلم ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے بھی واجب العمل ہے۔دور حاضر میں حکومت کا دائرہ کار چند میدانوں تک محدود نہیں رہ گیا ہے۔ بلکہ زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں قانون سازی، منصوبہ بندی اور نگرانی حکومت اپنا فرض اور حق سمجھتی ہے۔مغرب کے برپا کئے ہوئے غیر اسلامی نظام و ماحول میں رہنے والے کروڑوں مسلمان ' خصوصا غیر مسلم ممالک کے مسلمان ' سخت گھٹن اور تنگی میں ہیں بہت سے اسلامی احکام پر عمل ان کے لئے حکومت کے قوانین کی وجہ سے دشوار تر ہو گیا، اگر اسلامی احکام کو چھوڑتے ہیں تو ان کا دل انہیں ملامت کرتا ہے۔آخرت میں باز پرس کا خوف ان کے لئے سوہان روح بن جاتا ہے۔اور اگر ان اسلامی احکام کی کامل پابندی کرتے ہیں تو انتہائی ضیق اور تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں، مروجہ قوانین ان پر قدغن لگاتے ہیں۔زندگی کے بہت سے میدانوں سے انہیں دست کش ہونا پڑتا ہے۔

ان حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ شریعت کے رفع حرج ،دفع ضرر ،ضرورت و اضطرار کے اصول کی روشنی میں ان بنیادی رہنما خطوط کی نشاندہی کر دی جائے جن کی بنیاد پر علماء اور اصحاب افتاء دور حاضر کے عمومی ابتلاء اور حاجت کے مسائل کے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکیں تا کہ شرعی اصول وقواعد کی روشنی میں جن مسائل میں شرعی جواز اور گنجائش موجود ہو ان کے بارے میں امت مسلمہ کو غیر معمولی ضیق وحرج سے نکالا جائے ،اور اصول ضرورت وحاجت کے بے محابا تعامل سے اباحیت اور ہوا پرستی کا جو سنگین خطرہ درپیش ہے اس کا سد باب بھی کیا جا سکے۔

کوئی بھی فقہ یا قانون اپنی حرکیت سے ہی زندہ رہتا ہے۔زندگی کی حرارت اور حرکت کسی بھی زندہ قانون میں نمایاں ہوتی ہے۔بدلتے ہوئے حالت کے ساتھ قانون کی تطبیق بہت نازک اور اہم ذمہ داری ہے۔قانون میں حرکت اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہم آہنگی اصول اور قواعد کلیہ اور تعبیر قانون کے مسلمہ ضوابط کی بنیاد پر ہی برقرار رہ سکتی ہے۔فقہ اسلامی کی پائداری اور حالات اور زمانے کی تبدیلیوں کے باوجود انسانی زندگی میں انضباط پیدا کرنے اور صحیح رہنمائی دینے کی بھر پور صلاحیت دراصل ان اصولی احکام کی رہین منت ہے جنہیں فقہاء نے کتاب سنت سے مستنبط

کیا ہے اور ہر عہد میں اس عہد کے حالت کو سامنے رکھ کر احکام فقہیہ کی تطبیق کا نازک فریضہ انجام دیا ہے۔

قرون اولیٰ میں ایسی جامع شخصیات موجود تھیں جو کتاب وسنت ،فقہاء کے اجتماعی اقوال ،قیاس کے اصولوں اور استنباط کے طریقوں پر حاوی تھیں۔شرع کے عمومی مصالح اور تشریع کے اغراض ومقاصد پر ان کی نگاہ تھی اور وہ زمانہ شناس بھی تھے۔انہوں نے اخلاص نیت اور تقویٰ کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کا استعمال کیا اور مقاصد شریعت اور مصادر شریعت پر مضبوط گرفت رکھتے ہوئے اپنے وقت کی مشکلات کا حل نکالا۔اسی وجہ ان بزرگوں کا فتوی رائج الوقت سکے کی طرح مسلم معاشرے میں قبول عام اختیار کرتا رہا۔

موجودہ حالات یہ ہیں کہ معاشرہ میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے افق پیدا کئے ،دنیا ایک چھوٹی سی بستی بن گئی ،معاشی اور اقتصادی امور میں نئی ترقیات نے متعدد نئے مسائل کھڑے کئے۔جو لوگ اسلام پر چلنا چاہتے ہیں اور شریعت کو اپنی معاشرت اور تجارت اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں ان کے سامنے ایسے متعدد سوالات پیدا ہو رہے ہیں جن کے بارے میں وہ علماء واصحاب افتاء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور رہنمائی کے طالب ہیں۔دوسری طرف ایسی جامع شخصیات کا فقدان ہو گیا جو علم وتحقیق کی بنیاد پر ان مسائل کو حل کر سکیں اور جن کا تنہا فتوی ہی مسلم معاشرے میں قابل قبول ہو۔لہذا اجتماعی فکر اور علماء واصحاب دانش کی آراء کا باہمی تبادلہ وقت کا اہم تقاضا ہے تاکہ عصری مسائل کا ایسا حل تلاش کیا جائے جو اصول شرع سے ہم آہنگ ہو اور فکری شذوذ سے پاک ہو۔

ہر عہد کی طرح موجودہ دور میں بھی علمائے کرام امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کوششوں میں مصروف ہیں۔تاہم عصر حاضر میں کچھ دانشور احکام شریعت میں حالات وزمانہ کی رعایت کرتے ہوئے بہت آگے نکل گئے ہیں۔اس سلسلے میں مقاصد شریعت کے پیش نظر جو انفرادی اجتہادات سامنے آرہے ہیں اس سے امّت مسلمہ کے ایک سنجیدہ طبقہ میں خاصی تشویش پائی جاتی ہے۔یہ بات درست ہے کہ شارع نے احکام شریعت میں حالات وزمانہ کی رعایت رکھی ہے تاہم اس کو اس حد تک نہ لے جایا جائے کہ متجددین مقاصد کو ہتھیار بنا کر منصوص احکام میں اجتہادات کرنے لگیں۔

فقہی جزئیات پر بحث کرتے ہوئے معاصر فقہاء نے بعض عصری مسائل میں ایسے اجتہادات کئے ہیں کہ جن میں شاذ اقوال کا سہارا لے کر نصوص کی ایسی توضیح تشریح کی گئی ہے کہ جن کو صائب الرائے علمائے امّت نے تسلیم نہیں کیا۔مقاصد شریعت کی روشنی میں کئے گئے اجتہادات میں بلاشبہ کچھ مفید باتیں بھی سامنے آئی ہیں تاہم

ان میں سے اکثر و بیشتر وہی باتیں ہیں جن کو متقدمین فقہائے کرامؒ نے اپنی کتب میں بیان کر دیا ہے۔معاصر فقہائے کرام نے ان کی نئی تعبیر کی ہے جو یقیناً مفید اور دورِ جدید کا تقاضا ہے۔تاہم مجموعی طور پر یہ تأثر ابھرتا ہے کہ مقاصد کے تحت دنیوی مصلحتوں کے لیے قرآن وحدیث کے صریح احکام میں بھی تبدیلی ہوسکتی ہے۔اور یہ کہ کسی زمانے کے عرف اور رواج کی بنیاد پر بعض نصوص کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے، حالانکہ فقہاء کرام کے یہاں عرف اور رواج معتبر ضرور ہے، لیکن قرآ وحدیث کے مقابلے میں نہیں۔بعض ایسی باتیں جن کا قرآن وحدیث میں حکم دیا گیا ہے، جن کے بارے میں ان دانشوروں کا نقطہ نظر ہے کہ یہ عربوں کے رواج اور ان کے عرف پر مبنی ہیں اور وہ ہر دور میں واجب العمل نہیں۔اگر اس بات کو مان لیا جائے تو پھر معاشرتی مسائل سے متعلق اسلام کی اکثر تعلیمات پر خطِ نسخ پھیرا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامی کی سب سے بڑی خصوصیت مسائل زندگی کی بابت عدل اور اعتدال ہے۔نہ شریعت اسلامی کا مزاج یہ ہے کہ وہ وضعی قوانین کی طرح ہمہ وقت تبدیلی قبول کرتی رہے۔تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو قانون زندگی کے ساتھ چلنا چاہتا ہو اور اپنی ابدیت اور دوام واستمرار کا مدعی ہو اس کے لئے ایک خاص حد میں سماجی رواجات اور عرف کو قبول کرنا ناگزیر ہے، چنانچہ فقہ اسلامی میں بہت سے ایسے احکام کی بنیاد کا ثبوت ملتا ہے جن کے معتبر ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ زندگی محض تغیر کا ہی نام نہیں ہے بلکہ اس میں حفظ وثبات کا بھی ایک عنصر موجود ہے۔زندگی چونکہ ماضی کا بوجھ اٹھائے آگے بڑھتی ہے، اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمات اسلامیہ کی اس جامعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جدید عقلیت کی فعالیت کا جائزہ لیا جائے۔اس لئے کہ کوئی قوم اپنے ماضی سے صرف نظر نہیں کرسکتی کیونکہ ماضی سے ہی حال اور مستقبل کا تعین ہوتا ہے۔

فتاویٰ اور اجتہاد میں متقدمین کا منہج:

شریعت اسلامی کے مآخذ ومصادر کو علمائے اصول نے مشہور دلائل شرعیہ میں جمع کر دیا ہے۔مقالہ ہذا میں قانون سازی کے اس پہلو پر گفتگو کی گئی ہے جو براہ راست اگرچہ قانون سازی تو نہیں ہے لیکن قانون سازی کی ایک مضبوط بنیاد ضرور ہے۔اور اس بات کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ تغیر احکام کے بارے میں متقدمین فقہاء کرام کی کیا روش رہی ہے، نیز یہ کہ قانون سازی میں کون سے خارجی اثرات کارفرما رہے ہیں۔عزالدین بن عبدالسلام کے الفاظ میں ''تمام احکام شرع کا مقصد بندوں کی دنیاوی بہتری اور آخرت کی بھلائی ہے۔اللہ تعالیٰ سب کی عبادت سے بے نیاز ہے، نہ اسے فرمانبرداروں کی اطاعت کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ گنہگاروں کے گناہ کچھ

نقصان پہنچا سکتا ہے''(1) دنیاوی امور سے متعلق جو احکام ہیں ان کے مقاصد معقول ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو نفع پہنچانے اور انہیں نقصانات سے بچانے کے اصول پر مبنی ہیں۔(2) بالفاظ دیگر دنیاوی معاملات اس اصول پر مبنی ہیں کہ نفع دینے والی چیزیں مباح ہیں اور نقصانات دینے والی ممنوع۔ اکثر فقہاء کرامؒ نے مذکورہ اصول کو تسلیم کیا ہے، ماسوائے چند فقہاء کرام جیسے امام داؤد ظاہری وغیرہ کہ انہوں نے عبادات اور معاملات میں کوئی تفریق نہیں کی بلکہ عبادات و معاملات دونوں کو امر تعبدی قرار دیا ہے کہ جن کا معیار عقل نہیں ہو سکتی۔(3)

مقاصد شریعت کے بارے امام ابن قیمؒ کا یہ قول سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ "شریعت کی بنیاد حکمتوں اور لوگوں کی دنیاوی و اخروی فلاح و بہبود پر ہے اور شرع کل کی کل انصاف اور سراسر حکمت و رحمت ہے۔ لہذا جس معاملے میں انصاف کی بجائے ظلم ہو، رحمت کی بجائے زحمت ہو، فائدے کی بجائے نقصان ہو اور عقل کی بجائے بے عقلی ہو، وہ شریعت کا مسئلہ نہیں اگرچہ اسے بذریعہ تاویل شرع میں داخل کر لیا گیا ہو۔ پس شریعت خدا کے بندوں میں اس کا انصاف ہے اور اس کی مخلوق میں اس کی رحمت ہے۔ اسی سے زندگی ہے، غذا ہے اور دوا ہے، نور ہے، شفاء ہے اور حفاظت ہے۔ زندگی کی ہر بھلائی شریعت سے وابستہ ہے اور زندگی کے ہر نقصان کا سبب ترک شریعت ہے۔ چنانچہ جو شریعت خدا نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے، وہی عالم کا ستون ہے اور دنیا و آخرت کے تمام حلقہ ہائے فلاح و بہبود کا مرکز ہے۔"(4)

احکام میں تبدیلی کا اصول:

دنیا کے حالات اور اقوام عالم کی عادات ہمیشہ ایک حالت پر باقی نہیں رہتیں، دنیا تغیرات زمانہ اور انقلابات احوال کا نام ہے۔ اور جس طرح یہ تبدیلیاں افراد، ساعات اور شہروں میں ہوتی ہیں اسی طرح دنیا کے تمام گوشوں، تمام زمانوں اور تمام حکومتوں میں واقع ہوتی ہیں۔ خدا کا یہی طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں ہمیشہ سے جاری ہے۔ تبدیلی کے اس قانون کو عبدالرحمٰن ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔(5)

بنی اسرائیل کو وادئ تیہ میں چالیس سال تک چھوڑے رکھنے کی وجہ بھی ابن خلدون یہی بتاتے ہیں کہ وہ نسل در نسل غلامی کی وجہ سے اپنی جو نسلی اور قومی عصبیت کھو چکے تھے، وہ واپس آ جائے اور تبدیلی کے عمل کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔(6) اس میں شک نہیں کہ دنیا کی اس انقلاب پذیری کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ انسانی کا معیار بدلنے سے لوگوں کی فلاح و بہبود کے معیار بھی بدل جاتے ہیں اور چونکہ بندوں کی بہتری ہی ہر قانون کی بنیاد ہے،

لہذا عقل کا فتوی یہی ہے کہ زمانے اور معاشرے کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ احکام شرع میں بھی مناسب اور ضروری تبدیلیاں ہوتی رہیں، نیز وہ اپنے گردوپیش کے اجتماعی حالات سے بھی متاثر ہوتے رہیں۔اس کے تناظر میں دیکھا جائے تو احکام کی تبدیلی اور اختلاف زمان ومکان، احوال ونیت اور عبادات انسانی کے اختلاف کے ساتھ وابستہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ معاشرہ انسانی اور قانون کا باہمی رشتہ نہ جاننے کے باعث لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے جس نے شریعت اسلامی کا دائرہ بالکل محدود کر دیا ہے حالانکہ جس شریعت میں مصالح انسانی کا سب سے زیادہ لحاظ رکھا گیا ہو اس میں ایسی تنگ نظری کی گنجائش نہیں ہے۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ کے اس قاعدے میں بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے کہ **لاینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان**(7) مذکورہ قاعدے کی تکمیل کے لئے اس کے ساتھ ان الفاظ کا مزید اضافہ کر دینا چاہئیں **وبتغیر الامکنة والاحوال** یعنی تغیر مکان اور تغیر حالات سے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔جیسے کہ فقہاء نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔قاعدہ مذکورہ کی رو سے ان مصالح کا تلاش کرنا ضروری ہے جن پر احکام شرع کی بنیاد رکھی گئی ہے۔اور چونکہ مصالح عامہ ہی احکام شرع کی بنیاد ہیں تو اس دلیل سے یہ دعوی بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب وہ بنیاد باقی نہ رہے یا بدل جائے تو وہ احکام بھی بدلنے چاہئیں جو اس پر مبنی تھے، لہذا قواعد اسلامی میں کہا گیا ہے کہ:

ان الحکم الشرعی المبنی علی علة یدور مع علته وجودا وعدما.

''جو حکم شرعی کسی سبب پر مبنی ہو وہ اس سبب کے وجود وعدم وجود کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔''

ان الحکم الشرعی مبنی علی علته فبانتهائها ینتهی.

''جو حکم شرعی کسی سبب پر مبنی ہوتا ہے وہ اس سبب کے ختم ہو جانے سے ختم ہو جاتا ہے۔''(8)

احکام واجتہاد میں تبدیلی رائے:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مذکورہ اصول کے اثرات پہلے تبدیلی آراء اور اختلاف مذہب کی شکل میں نظر آتے ہیں، پھر فتاوی اور احکام کی تبدیل شدہ صورت میں۔فروعی مسائل میں فتاوی اور احکام کی تبدیلی کی بے شمار اَمثلہ موجود ہیں۔متاخرین فقہائے احناف کا یہ نظریہ ہے کہ ائمہ مذہب نے بہت سے فقہی مسائل میں اپنے زمانے کے رسم ورواج کو پیش نظر رکھ کر اجتہاد کیا ہے۔اگر ان کے زمانے کا رواج مختلف ہوتا تو اپنے فتوے سے مختلف فتوی دیتے۔چنانچہ متاخرین علماء نے رواج بدل جانے کی صورت میں باقتضائے ضرورت مسائل فرعیہ میں ظاہر الروایہ کے خلاف فتوی دینے کو جائز قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر صبحی محمصانی نے درج ذیل اَمثلہ بیان کی ہیں۔

i- عہد اسلامی کے دور اول میں اساتذہ کے وظائف مقرر تھے، اس بنا پر امام ابوحنیفہ اور صاحبینؒ نے قرآن حکیم اور اس جیسی دینی کتابیں پڑھانے کی اجرت لینے کو ممنوع قرار دیا تھا مگر جب اساتذہ کے وظائف موقوف ہو گئے تو متاخر فقہائے کرام مذہب نے رواج بدل جانے کے سبب اس قسم کی اجرت کے جواز کا فتوی دیا۔(9)

ii- اسی طرح متاخرین فقہاء کرامؒ نے یہ فتوی دیا کہ یتیم کی جائداد اور وقف شدہ جائداد کے غصب کرنے والے پر جائداد مغصوبہ اور اس سے حاصل ہونے والے منافع کا بھی تاوان لازم ہوگا۔ حالانکہ یہ فتوی مذہب حنفی کے اس قاعدے کے خلاف ہے کہ منافع کا تاوان واجب الادا نہیں۔ نیز متاخرین نے فتوی دیا کہ وقف شدہ اور یتیم کی سکنٰی جائیداد کو ایک سال سے زیادہ اور غیر سکنٰی کو تین سال سے زیادہ عرصے کے لئے کرائے پر دینا جائز نہیں۔ حالانکہ یہ فتوی مذہب حنفی کے اصل قاعدۂ کے خلاف ہے۔ پس یہ فتوی اسی اصول کی بنا پر دیا گیا کہ زمانہ بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔(10)

iii- قدیم زمانے میں مکانات کے تمام حصے ایک ہی طرز کے بنائے جاتے تھے اس لئے یہ طریقہ مروج تھا کہ جب خریدار مکان کے ایک کمرے کو دیکھ لیتا تھا تو یہی سمجھا جاتا تھا کہ اس نے پورا مکان دیکھ لیا اور خیار رویت جو خریدار کو مذہب حنفی کی رو سے حاصل ہوتا تھا وہ بھی باقی نہ رہتا تھا۔ یعنی وہ بیع کو فسخ نہ کرسکتا تھا۔ لیکن علمائے متاخرین کے زمانے میں معماروں کا طرز تعمیر پہلے سے بدل گیا اور وہ ایک مکان کے مختلف حصے مختلف نمونے کے بناتے تھے۔ لہذا متاخرین علما نے فتوی دیا کہ خریدار کیلئے مکان کا ہر حصہ دیکھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر مکان کے تمام حصے ایک ہی نمونے کے بنے ہوئے ہوں تو مکان کے تمام حصے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔(11)

منصوص احکام کی تبدیلی:

احکام کی تبدیلی کا مذکورہ بالا اصول نہ صرف جدید وقدیم قوانین کی تاریخ میں موجود ہے، بلکہ عصری قوانین میں تو پوری آزادی کے ساتھ رائج ہے۔ چونکہ یہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین ہیں لہذا جس طرح وضع کئے جاتے ہیں تبدیل بھی کر دئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک صریح حکم دوسرے صریح حکم سے منسوخ ہو جاتا ہے۔ چونکہ قانون اسلامی کے مآخذ الہامی ہیں اس لئے جمہور فقہائے مجتہدین میں تبدیلی احکام کے اصول اور اصول نسخ کو تسلیم کر لینے کے باوجود اس کے جواز میں اس وقت اختلاف واقع ہے جب کسی معاملے سے متعلق قرآن حکیم یا احادیث مبارکہ میں کوئی قطعی نص موجود ہو۔ مگر یہاں سوال یہ ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کے کسی حکم میں اجتہاد ممکن ہے یا نہیں۔

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کا کوئی حکم اگر دین وعبادت کے متعلق ہے تو وہ اس وقت تک باقی رہے گا

جب تک زمین اور آسمان کا وجود باقی ہے۔وجہ یہ ہے کہ اصول دین اور توحید وایمان کے ضابطے حقیقی، نا قابل تغیر اور ازلی وابدی ہیں۔ان تمام ضابطوں میں نص کے حکم کی اطاعت لازمی ہے۔(12)اور دین چونکہ ہر انسان پر قیامت تک کے لئے ضروری ہے اس لئے اس پر زمان ومکان اور حالات کی تبدیلی کا کوئی اثر نہ ہوگا اور دینی مسائل میں جو کچھ قرآن وسنت سے ثابت ہے وہ ہر زمانے میں، ہر جگہ اور ہر حال میں باقی رہے گا۔(13)

جمہور فقہاء آپس میں اس بات پر تو متفق ہیں کہ قرآن وسنت کا جو حکم مباح امور سے متعلق ہو اس کے بارے میں اصول یہ ہے کہ اس کا منشا ومفہوم اور اس کے اسباب وعلل کا پتہ لگانا چاہئے ،مگر ان معاملات کے احکام کے بدلنے میں اختلاف ہے جو نص صریح سے ثابت ہوں ،بعض تو اسے قطعی ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک بعض صورتوں میں تبدیلی جائز ہے۔اس معاملہ میں جمہور فقہاء کی صائب رائے یہ ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کے صریح حکم کی مخالفت کس صورت جائز نہیں اور کوئی شرعی حکم حالات کے بدلنے سے نہیں بدلا جاسکتا، بلکہ انہوں نے مخالف نص فتوی قبول کرنے اور دقت ومشقت کو رفع کرنے کی صرف انہیں مسائل میں اجازت دی ہے جن کے متعلق قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کا صریح حکم موجود نہ ہو۔امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ، امام شافعیؒ، داؤد ظاہری اور امام ابن حزم ظاہریؒ وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔(14) مذکورہ بالا اقوال کے باوجود بعض خلفاء، أئمہ اور فقہائے اسلام ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے سبب بدل جانے یا اس رواج کے بدل جانے سے جس پر نص مبنی تھی یا ضرورت ومصلحت کے پیش نظر پوری نص یا بعض نص کے حکم کو تبدیل کیا ہے۔بات واضح کرنے کے لئے حوالہ کے طور پر بعض تائیدی اُمثلہ بمع اصلی آخذ کے تنقید وتبصرہ اور کسی مذہب کی طرف داری کئے بغیر ذیلی سطور میں درج کی جارہی ہیں۔

عہد خلفائے راشدینؓ میں منصوص احکام کی تبدیلی:

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے دور بہترین ادوار میں شمار کیا ہے۔بالخصوص خلفائے راشدینؓ کا دور نصوص کی تعبیر وتشریح کے حوالے سے نہایت اہم ہے۔مانعین زکاۃ کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جہاد، شام وعراق کی مفتوح اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے سرکاری تحویل میں لینے کا حضرت عمرؓ کا فیصلہ، باغیوں کے خلاف حضرت عثمانؓ کا طاقت استعمال نہ کرنے کا فیصلہ اور حضرت علیؓ کا خوارج کے ساتھ معاملہ وغیرہ، یہ اور اس جیسی بیسیوں اُمثلہ اس بات کا بین ثبوت ہیں۔احکام نصوص کی تبدیلی کے حوالے سے عہد فاروقی خصوصی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

بلا شبہ خلیفہ ثانی حضرت فاروق عمر فاروقؓ جدید اسلامی ریاست کے بانی اور اپنی عادلانہ اور جرات

مندانہ حکومتی پالیسیوں کے لئے مشہور تھے۔آپؓ کے عہد خلافت میں حکومت اسلامی بہت قوی الاقتدار تھی جس میں رعایا کے حقوق اور مصالح کا بدرجہ اتم خیال رکھا جاتا تھا۔آپؓ کا پورا عہد خلافت،فتوحات اور نمایاں تغیرات کے حوالہ سے ایک عہد زرّیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئی نئی ضروریات پیدا ہوگئیں اور پرانے رسم و رواج بدل گئے۔اس لئے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ اور خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعض احکام ضرورت و مصلحت اور حسب رواج تبدیل کرنے پڑے۔آپؓ اس معاملے میں اس قدر مستعد اور اتنے اولوالعزم تھے کہ ملکی سیاست اور مصالح عامہ کے پیش نظر نصوص کے ظاہر کی مخالفت سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

حدسرقہ میں تخفیف:

قانون اسلامی میں حدسرقہ کی سزا بنص قرآنی "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا" (15) اور بدلیل سنت نبوی ﷺ قولی و فعلی قطع ید ہے۔لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے قحط کے سال لوگوں کی ضرورت اور ان کی بقا کے پیش نظر اس سزا کو موقوف کر دیا اور اسی پر فقہاء کرام کا اجماع ہے۔(16)

غیر شادی شدہ زانی کی جلاوطنی کی سزا کو کالعدم قرار دینا:

غیر شادی شدہ زانی کی سزا جمہور فقہائے کرام کے نزدیک سو کوڑے اور پورے ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ اور شہر بدر کرنا حدیث سے ثابت ہے۔(17) لیکن باوجود صریح نص کے حضرت عمرؓ نے روایت ہے کہ آپ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شہر بدر کیا تو وہ رومیوں سے جاملا،اس پر آپؓ نے فرمایا کہ **لا اغرب بعدها احدا** (18) اگر چہ یہ فیصلہ نص صریح کے بالکل خلاف ہے لیکن آپؓ نے یہ فیصلہ اس لئے دیا تھا کہ مسلمان دشمنوں سے نہ جاملیں۔

مؤلفۃ القلوب کی حیثیت موقوف کرنا:

قرآن حکیم نے صدقات واجبہ کا مصرف درج ذیل اس آیت کریمہ میں متعین کر دیا ہے:

"إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ." (19)

''صدقات تو صرف غریبوں، محتاجوں، عاملین زکاۃ، نو مسلموں کی دل جوئی، غلاموں کی آزادی، جہادی اخراجات اور مسافروں کی مدد کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس تقسیم کی حکمت کو بہتر جاننے والا ہے۔''

مؤلفة قلوبهم وہ لوگ تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ اس لئے بھی صدقات عطا فرمایا کرتے تھے تا کہ دل جوئی کر کے انہیں اسلام پر قائم رکھیں۔ دل جوئی خواہ ان کے ضعف ایمان کے سبب سے ہو یا ان کے دفع شر کی غرض سے یا ان کے قبیلے میں ان کے مقام و مرتبے کے پیش نظر۔ حضرت عمرؓ نے قرآن حکیم کی واضح احکامات کے باوجود **مؤ لفة قلوبهم** کا حصہ موقوف کر دیا اور ان سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ وظیفہ اس لئے عطا فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری دل جوئی کر کے تمہیں اسلام پر قائم رکھیں لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو طاقت ور بنا کر اسے تم سے بے نیاز کر دیا ہے۔ پس اگر تم اسلام پر قائم رہو تو تمہارے لیے بہتر ہے ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔(20) ہم اسلام کے معاوضے میں تمہیں کچھ نہ دیں گے تم میں جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ لہذا اس زمانے میں آیت مذکورہ کا حکم اشاعت اسلام اور اسے مدد پہنچانے کی مصلحت پر مبنی تھا۔ جب اسلام طاقت ور ہو گیا تو یہ ضرورت ختم ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا جو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے دیا گیا تھا۔

امّہات الاولاد کی خرید وفروخت پر پابندی:

حضرت عمرؓ نے امّہات الاولاد کی خرید وفروخت پر پابندی لگا دی، امہات الاولاد ان لونڈیوں کو کہا جاتا ہے جن کے ہاں اپنے آقا سے اولاد پیدا ہو جائے، ایسی لونڈیوں کی خرید وفروخت عہد نبوی ﷺ اور ابو بکرؓ کے زمانے میں جائز تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ فرماتے ہوئے ان کی خرید وفروخت ممنوع قرار دی کہ **خالطت دمائنا دمائهن** یعنی ہمارے خون ان کے خون سے مخلوط ہو گئے ہیں۔ یہ بہت وزنی رائے ہے جیسا کہ ابن رشد الحفید نے لکھا ہے کہ ''یہ بات اخلاق کریمانہ سے بعید ہے کہ آدمی اپنے بیٹے کی ماں کو فروخت کر دے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق** یعنی میں تمہارے پاکیزہ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔(21)

طلاق رجعی کو بائن قرار دیا:

حضرت عمرؓ نے طلاق رجعی کو بائن قرار دیا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کو ایک ہی نشست میں تین بار طلاق دیدے تو رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے اوائل میں وہ ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی اور اس وقت یہی طریقہ رائج تھا۔(22) اور بعد میں اسی پر اجماع ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے ایسی طلاق کو طلاق بائن قرار دیا۔ وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگوں نے اس قسم کی طلاق کو ایک کھیل بنالیا ہے اور ایسی طلاقیں بکثرت دی جانے لگی ہیں تو آپ نے درء المفاسد کی غرض سے طلاق کے حکم میں یہ تبدیلی کردی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے کے حالات کے لحاظ سے جس رائے کو بہتر سمجھا تھا اسے بعض فقہا نے اپنے زمانے کے حالات کے اعتبار سے بہتر نہ سمجھا اور انہوں نے تغیر احکام کو اصول کے مطابق سنت نبوی کی طرف رجوع کرنا مناسب خیال کیا۔(23)

عاقلة الدية :

قانون اسلامی میں بعض اوقات خوں بہا کی ادائیگی ایک خاص جماعت پر شرعا واجب ہوتی ہے اور یہ خاص جماعت عہد رسالت میں قاتل کا قبیلہ ہوا کرتی تھی۔ اسی لئے فقہائے حجاز کا بھی یہی دستور رہا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ طریقہ بدل گیا کیوں کہ جب آپؓ نے فوج اور دیوان کی تنظیم کی اور تمام جنگی طاقت قبائل سے منتقل ہو کر محکمہ فوج کے ہاتھ آ گئی تو آپؓ نے عہد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے خلاف مقتول کا خوں بہا قاتل کے قبیلے پر سے ساقط کر دیا اور اہل دیوان کے ذمے ڈال دیا۔ چنانچہ آپ ہی کی رائے کو عراق کے فقہاء نے بھی اختیار کیا۔ امام سرخسیؒ نے اس تبدیلی کو مستحسن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کہا جائے کہ صحابہؓ کرام کے متعلق یہ گمان کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کا اجماع رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے خلاف ہوا تھا، تو ہم جواب دیں گے کہ صحابہؓ کا اجماع رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہ تھا بلکہ موافق تھا، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتول کا خوں بہا قاتل کے قبیلے کے ذمے اس لئے مقرر فرمایا تھا کہ اس زمانے میں آدمی کی قوت و نصرت کا انحصار قبیلے ہی پر ہوتا تھا۔ لیکن جب حضرت عمرؓ نے باقاعدہ فوجی محکمہ قائم کر دیا تو لوگوں کی طاقت اور مدد کا مرکز محکمہ فوج بن گیا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات لوگ دیوان یعنی محکمہ فوج کی طرف سے اپنے قبیلے سے جنگ کرتے تھے۔ مگر اس توجیہ کو امام شافعیؒ نے تسلیم نہیں کیا، انہوں نے فرمایا کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں خوں بہا کا ذمہ دار قاتل کا قبیلہ ہوا کرتا تھا

اس لئے آپ ﷺ کے تعامل کے خلاف کوئی فیصلہ قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔(24)

مذکورہ بالا أمثلہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے جو تبدیلیاں کیں وہ مقاصد شریعت کے عین مطابق تھیں۔ بسا اوقات آپؓ کوئی فیصلہ کرتے اور بعد میں کبھی کسی میں مقدمہ ویسے ہی قرائن سامنے آجاتے تب بھی آپؓ اپنے پہلے فیصلے سے مختلف فیصلہ دیتے۔ ایسا کرنے پر ایک مرتبہ کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ **فتلک علی ما قضینا یومئذ وھذہ علی ما قضینا الیوم**.(25) یعنی وہ فیصلہ تو ہم نے اس وقت کیا تھا اور یہ آج کا فیصلہ ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حاکم ،فقیہ اور مجتہد حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے اپنا سابقہ فیصلہ یا فتویٰ تبدیل یا منسوخ کرسکتا ہے۔

تبدیلیٔ احکام سے متعلق فقہاء کرامؒ کے اجتہادات:

تبدیلیٔ احکام سے متعلق فقہاء کرامؒ کے اجتہادات میں تبدیلی کی ایک مثال ذمی کا خون بہا بھی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی کا خوں بہا مسلمان کے خوں بہا کے برابر ہے۔ امام مالکؒ اور امام حنبلؒ کے نزدیک ذمی کا خون بہا مسلمان کے خون بہا سے نصف ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک تہائی ہے۔ اس مسئلے کے متعلق امام بیہقیؒ نے امام زہریؒ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے زمانے میں عیسائی اور یہودی کا خون بہا مسلمان کے خون بہا کے برابر ہوا کرتا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے خون بہا کا نصف بیت المال کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور نصف مقتول کے ورثاء کے لئے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی خون بہا کا نصف تو ورثاء کے لئے مقرر کیا تھا اور نصف جو بیت المال کا حصہ تھا اسے معاف کر دیا تھا۔(26) مذکورہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو خلفاء کا عمل سنت اور عمل صحابہؓ سے مختلف تھا اور یقیناً یہ تبدیلی اس وقت کی سیاست کا تقاضا تھا۔

امام ابویوسفؒ:

ایسا حکم شرعی جو رسم ورواج پر مبنی ہو اور رسم ورواج بدل جائے تو اس صورت میں شرعی حکم کا تبدیل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایسی صورت میں حکم شرع کا اتباع واجب ہے نہ کہ جدید رسم رواج کا۔ لیکن مسئلہ مذکورہ میں امام ابو یوسفؒ نے شیخین سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک ایسی صورت میں

استحساناً حکم شرع ترک کر دینا اور رواج کا اتباع کرنا ضروری ہے۔کیوں کہ حکم شرع کا مطمع نظر رسم ورواج ہی تھا۔(27) امام ابو یوسفؒ کا مسلک معقول معلوم ہوتا ہے اورنئی ضرورتوں اور جدید نظریوں کے مطابق ہے نیز اس قاعدہ کلیہ کے بھی موافق ہے کہ کسی چیز کا وجود اس کے اسباب وعلل کے تابع ہوتا ہے۔

مجلّہ الاحکام العدلیہ نے بھی اس مذکورہ ضابطے کو اختیار کیا ہے۔مثلاً **استعمال الناس حجة یجب العمل بھا**.(28) یعنی لوگوں کا تعامل حجت ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔اسی طرح **لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الازمان**. (29) زمانے بدلنے سے احکام کا بدل جانا ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔اسی قاعدے کی بنا پر بعض فقہائے کرام نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ قمری مہینوں خصوصاً ماہ رمضان کی ابتدا شمسی حساب سے کی جائے۔انہوں نے اپنی رائے کی توضیح اس طرح کی ہے کہ جس حدیث کی رو سے رمضان المبارک میں صرف رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے اس کا سبب دوسری حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قوم ان پڑھ ہے، نہ لکھنا جانتی ہے نہ حساب کرنا۔لیکن جب مسلمانوں کی جہالت دور ہوگئی اور وہ لکھنا پڑھنا اور حساب کرنا سیکھ کر اس قابل ہو گئے کہ شمسی حساب سے مہینے کے آغاز کا بالکل صحیح تعین کر سکیں تو اب ان کے لئے جائز ہے کہ رویت ہلال کا پرانا طریقہ چھوڑ کر مہینوں کا تعین شمسی حساب سے کریں اور رؤیت ہلال کا طریقہ صرف اسی صورت میں اختیار کریں جب کسی اور ذریعے سے علم نہ ہو سکے۔(30)

امام قرافی مالکیؒ:

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس جو قرفی مصری کے نام سے مشہور ہیں، اپنے زمانے میں مصر میں مالکیوں کے سردار تھے۔(31) متعدد کتب کے مصنف ہیں جن میں سے **کتاب الفروق**، **کتاب الاحکام فی تمییز الفتاوی عن الاحکام و تصرفات القاضی والامام** ، مشہور ہیں۔ان کی کتاب الاحکام میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ امام قرافیؒ سے سوال کیا گیا کہ جب معاشرے کے حالات بدل جائیں تو کیا وہ فتوے جو کتب فقہ میں مذکور ہیں، بے کار ہو جائیں گے یا یہ کہا جائے گا کہ ہم تو مقلد ہیں اور اہلیت اجتہاد نہ رکھنے کے باعث ہمیں یہ حق نہیں کہ کوئی نیا فتوی دے سکیں لہذا ہم وہی فتوی دیں گے جو ائمہ مجتہدین سے منقول ہے۔امام قرافی کا جواب یہ تھا کہ چونکہ شرع کے تمام احکام اسباب وعلل کے تابع ہیں اس لئے رسم ورواج بدلنے سے شرع کا حکم بھی بدل جائے گا۔اور اس قسم کی تبدیلی مقلدین کا نیا اجتہاد نہ کہلائے گا کہ اس میں اہلیت اجتہاد کی شرط مقرر کی جائے بلکہ

یہ تو ایسا قاعدہ ہے جس میں علماء نے متفقہ طور پر اجتہاد کیا ہے چنانچہ ہم بھی انہیں کا اتباع کرتے ہیں اور کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتے ہیں۔

اس جواب کا تعلق بلاشبہ اجتہادی مسائل سے ہے نہ کہ تغیر نصوص سے لیکن جواب مذکور کے بعد ایک ضمیمہ علی الاطلاق وارد ہوا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ **جمیع ابواب الفقه المحمولة علی العوائد اذا تغیرت العادة تغیرات الاحکام فی تلک الابواب.** یعنی فقہ کے وہ تمام مباحث جو اسباب وعلل پر مبنی ہیں، ان کے تمام احکام رسم ورواج بدل جانے سے تبدیل ہو جائیں گے۔(32) اگر اس عبارت کو مطلق رکھا جائے تو اس میں بلا استثناء تمام احکام داخل ہوں گے اور اسی لحاظ سے یہ عبارت امام ابو یوسفؒ کے مذکورہ بالا قول کے موافق ہے۔

۲-۳ امام طوفی حنبلیؒ:

امام نجم الدین ابوالربیع سلیمان بن عبدالقوی طوفی مذہب حنبلی کے معروف علما میں سے ہیں۔ مصلحت وقت کو نص اور اجماع پر مقدم کیا ہے۔ آپؒ نے حدیث **لا ضرر ولا ضرار** (33) کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب مصلحت وقت کا نص واجماع سے مقابلہ ہو جائے تو مصلحت کو نص واجماع پر ترجیح دی جائے گی اور نص واجماع کو وقتی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔ امام طوفیؒ کا یہ اصول امام مالکؒ کے مصالح مرسلہ جیسا نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ وسیع ہے اس اصول کا مفہوم یہ ہے کہ عبادات اور معتقدات تو ہر حیثیت سے نصوص واجماع پر موقوف ہیں، لیکن معاملات دنیاوی مصالح عامہ سے وابستہ ہیں کیوں کہ لوگوں کے سیاسی اور معاشرتی مسائل کی مصلحتوں کا معیار رسم ورواج اور استصواب عقلی ہے۔ پس جب ہمیں کسی دنیاوی مسئلے کا حکم شرع میں نہ ملے تو ہم مصلحت عامہ سے استصواب کر سکتے ہیں۔(34) **مصطفی غلایینیؒ** تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام طوفیؒ نے اپنے رسالہ **المصالح المرسلة** میں حدیث مذکور **لا ضرر ولاضرار** کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ گویا ہر صریح حکم کے بعد یہ کہا گیا ہے بشرطیکہ مصلحت وقت اس کے خلاف نہ ہو۔(35)

۲-۴ امام ابن قیمؒ:

زمان ومکان اور حالات بدلنے کے سبب احکام بدلنے کی بہترین مثال امام ابن القیمؒ کی یہ روایت ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ ابن تیمیہؒ کو یہ واقعہ بیان کرتے سنا کہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تاتاریوں کے زمانے میں ان کے ایسے گروہ کے پاس سے گزرا جو شراب پی رہے تھے میرے ساتھیوں پر یہ بہت ناگوار گزرا۔ میں

نے ان سے کہا کہ اللہ تعالی نے شراب صرف اس لئے حرام کی ہے کہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔ اور ان لوگوں کو شراب قتل و غارت گری، لوگوں کو قید کرنے اور ان کا مال و اسباب لوٹنے سے روکے ہوئے ہے، لہٰذا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔(36)

فتاوی و اجتہاد میں تبدیلی کے اصول سے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ان آراء کا خلاصہ ہے جو اس بارے میں ہیں کہ شرعی احکام لوگوں اور ان کے حالات کے لحاظ سے بدل جاتے ہیں، اور یہ کہ جن احکام میں تبدیلی اور ترمیم ہوئی ہے وہ اکثر جزوی مسائل ہیں، ایسے قواعد کلیہ نہیں ہیں جو اصولی حیثیت سے تمام ملکوں اور ہر زمانے میں دستور العمل قرار دیئے جاسکیں۔ اختلاف صرف چند مسائل میں ہے، کیوں کہ وہ نصوص جو معاملات کے متعلق ہیں، بہ نسبت ان نصوص کے جو عبادات کے متعلق ہیں، بہت قلیل ہیں۔ فقہائے کرام کے نزدیک رائے مختار یہ ہے کہ ضرورت کے وقت نصوص کی مخالفت جائز ہے کیوں کہ ضرورت ممنوع چیز کو بھی مباح کر دیتی ہے۔ جو احادیث دنیاوی معاملات سے متعلق ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی ذاتی رائے سے تعلق رکھتی ہیں، وہ واجب العمل نہیں، اس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایسے گروہ کے پاس سے گزرے جو نر کھجور کا گودا مادہ کھجور میں ڈال رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ نر درخت کا گودا مادہ درخت میں ڈال رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ چنانچہ جب ان لوگوں کو حضور ﷺ کے ارشاد کی خبر دی گئی تو انہوں نے یہ عمل موقوف کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال کھجور کی فصل اچھی نہ ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں تمہیں دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو تم اس پر عمل کرو اور جب میں دنیاوی معاملات میں اپنی رائے سے کوئی حکم دوں تو میں بھی انسان ہوں اور تم اپنے دنیاوی معاملے کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔(37)

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ قانون فطرت کے مطابق کوئی دور ختم ہونے کے بعد اپنی سابقہ حالت پر واپس نہیں آتا، اس عالم کون و فساد میں بگاڑ کے ساتھ بناؤ اور تخریب کے ساتھ تعمیر کا سلسلہ ایک الہامی ضابطہ کے تحت جاری و ساری ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ انسانی طبیعت کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کسی ایک فکر کو قبول کر لیتی ہے تو اس کے مخالف کسی اور نظریہ کو کم ہی قبول کرتی ہے۔ ایک نظریہ کی جگہ دوسرے نظریہ کو رائج کرنے کے لئے انبیائے کرامؑ کو بھی شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے تاہم تبدیلی ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ لہٰذا اگر اس دنیا میں رہنا اور اس کے ساتھ چلنا ہے تو اس کے احساسات و خیالات کو سمجھنا اور اس کے تقاضوں کو قبول کرنا ضروری

ہے۔معاشرہ شریعت سازی کی بنیاد ہے، جب معاشرہ میں تبدیلی ہوگی تو لازمی طور پر احکام شریعت کی شکل وصورت بھی بدلے گی۔اس لئے کہ جب احوال ومصالح باقی نہیں رہیں گے تو ان پر بنی ہوئی تعمیر بھی باقی نہیں رہے گی۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کسی زمانہ میں ان کا لحاظ نہ کیا گیا تو شریعت اور معاشرہ کا باہمی تعلق ختم ہو جائے گا۔ احکام کی تبدیلی سے مراد خدانخواستہ نصوص کی تبدیلی نہیں کیوں کہ نصوص مقدسہ کو کسی صورت میں ہاتھ لگانا جائز نہیں بلکہ تغیرات احکام سے مقصود ان نصوص کی مختلف تفسیر ہے جو ضرورت کے سبب سے یا علل وعادات کے بدلنے سے لازم آتے ہیں۔معاملات دنیاوی کے تمام مسائل معقول علل واسباب پر مبنی ہیں اور سب کا مطمع نظر لوگوں کی فلاح و بہبود اور ضروریات رسم ورواج کی تکمیل ہے۔دنیاوی مسائل اپنے وجود وعدم وجود کے اعتبار سے انہیں اسباب پر گردش کرتے رہتے ہیں اور رفاہ عامہ واحتیاجات کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں، نیز اختلاف ماحول، تغیرات عصریہ اور متبادل رسم ورواج سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ شرع اسلامی اپنے تمام تاریخی ادوار میں معاشرہ انسانی کے نشوونما کے لیے کبھی سد راہ نہیں ہوئی بلکہ وہ ہر ملک اور ہر زمانے کی معاشی اور اقتصادی زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے۔شرع اسلامی کو قائم رکھنے کیلئے ایسے باہمت اور عزم صمیم رکھنے والے فقہاء کرامؒ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے شرع اسلامی کے منشا کو سمجھا اور اس کے مقصد حقیقی کو پیش نظر رکھ کر ایسے زمانے میں اسے رواج دیا جب لوگوں پر جمود طاری نہ تھا بلکہ ہر فن کے صاحب نظر اور ماہر موجود تھے۔شرع اسلامی کا مطمع نظر ہمیشہ مصلح عامہ، رفاہ عامہ اور عوام کی سہولت پر مبنی رہا ہے۔

فتاویٰ اور اجتہادی احکام میں حالات وزمانہ کی رعایت:

مولانا تقی امینیؒ فرماتے ہیں کہ معاشرہ شریعت سازی کی بنیاد اور احوال ومصالح عمارت تعمیر کرنے کے سامان ہیں، جب معاشرہ میں تبدیلی ہوگی تو لازمی طور سے احکام شرعیہ کی شکل وصورت بدلے گی اور جب احوال و مصالح باقی نہ رہیں گے تو ان سے بنی ہوئی عمارت بھی ختم ہوجائے گی۔(38) اسی لئے پیش آمدہ مسائل کے حوالے سے یہ بات پیش نظر رہنا چاہیے کہ عرف کی تبدیلی اور ضرورت کے تقاضوں کے تحت بعض اجتہادی احکام میں تبدیلی اور احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت کی جاتی ہے۔اس کی ایک صورت زمانۂ قدیم سے یہ اختیار کی جاتی رہی ہے کہ از راہ ضرورت مذہب کے کسی قول مرجوح پر فتوی دیا جاتا ہے، یا دوسرے فقہائے مجتہدین کی آراء سے

استفادہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ ''میں کہتا ہوں کہ یہ ان مواقع کے لئے ہے جہاں ضرورت نہیں، بحر کی کتاب الحیض میں خون کی رنگت کی بحث میں چند ضعیف اقوال نقل کئے گئے ہیں، پھر کہا ہے کہ معراج میں فخر الائمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر مفتی ضرورت کے موقع پر ان اقوال میں سے کسی پر از راہ سہولت فتوی دے تو یہ بہتر ہوگا۔ منی کے سلسلے میں امام ابو یوسفؒ کی رائے کہ فتورِ شہوت کے بعد منی نکلنے سے غسل واجب نہ ہوگا، ضعیف ہے، مگر فقہاء نے مسافر اور ایسے مہمان کے لئے اس کی اجازت دی ہے جو اتہام کا اندیشہ رکھتا ہے اور یہ مواقع ضرورت میں سے ہیں۔''(39)

ضرورت کے تحت ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول:

یہی معاملہ ایک فقہ سے دوسرے فقہ کی طرف کسی خاص مسئلے میں عدول کا ہے کہ ضرورت کے مواقع پر دوسرے مجتہدین کی آراء سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ''ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ جس جواب پر متفق ہوں تو اس سے عدول جائز نہیں، البتہ ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔''(40) **ممتدۃ الطھر** عورت کی عدت کے سلسلے میں فقہائے مالکیہؒ کی رائے ہے کہ نو ماہ کے اختتام پر اس کی عدت تمام ہوجائے گی۔ فتاوی بزازیہ میں اسی قول پر فتوی دیا گیا ہے، علامہ شامیؒ اسی ذیل میں فرماتے ہیں کہ ''جس عورت کو تین دن خون آیا اور وہ بالغ ہو گئی، پھر اس کا طہر طویل تر ہوگیا، ایسی ممتدۃ الطہر عورت تین حیض تک عدت میں رہے گی، امام مالکؒ کے نزدیک نو ماہ میں اس کی عدت پوری ہوجائے گی اور بزازیہ میں کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں امام مالکؒ کے قول پر فتوی ہے اور زاہدی کا بیان ہے کہ ہمارے بعض اصحاب اسی پر فتوی دیا کرتے تھے۔''(41)

احنافؒ کے ہاں مدیون کی کوئی ایسی چیز حاصل ہوگئی جو دین کی جنس سے ہو تو وہ اپنا قرض وصول کرسکتا ہے۔ اگر خلاف جنس چیز حاصل ہوئی ہو تو اس سے دین وصول نہیں کرسکتا، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک وصول کرسکتا ہے۔ اس پر علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں زیادہ وسعت ہے، لہٰذا از راہ ضرورت اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ **وھو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ۔** ابن عابدینؒ نے اس سلسلے میں علامہ قہستانیؒ سے یہ توجیہ نقل کی ہے کہ ''گو کہ یہ ہمارا یہ مذہب نہیں، مگر آدمی ضرورت کے مواقع پر اس پر عمل کرنے میں معذور ہے۔''(42)

امام شاہ ولی اللہؒ نے **عمدۃ الاحکام** کی کتاب **الکراھیت** سے نقل کیا ہے کہ ''کتے اور سؤر کا جھوٹا ناپاک ہے، بخلاف امام مالکؒ وغیرہ کے، تاہم اگر امام مالکؒ کے قول پر فتوی دیدیا جائے تو جائز ہے۔''(43) فقہائے

احنافؒ کے یہاں اس سلسلے میں متعدد نظائر موجود ہیں۔مثلاً شوہر میں بعض عیوب اور امراض پیدا ہو جانے کی صورت میں تفریق کا حق، مفقود الخبر شوہر کی زوجہ کے لئے تفریق کا حق، تعلیم قرآن اور اذان وامامت پر اجرت، کمیشن ایجنٹ کے کاروبار وغیرہ ان جیسے کتنے ہی مسائل ایسے ہیں جن میں فقہائے متاخرین نے دوسرے مکاتب فقہ کی آراء سے فائدہ اٹھا کر امّت کو مشقت سے بچایا ہے اور اختلاف امتی رحمة کا عملی ثبوت پیش کیا ہے۔البتہ اس میں بھی یہ احتیاط مناسب ہے کہ حتی المقدور ائمہ اربعہ کے مسالک کے حدود سے باہر نہ جایا جائے، چنانچہ علامہ ابن ہمام اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج فرماتے ہیں کہ ''اسی بناء پر بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے، اس سے مراد ابن صلاح ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید ممنوع ہے، کیوں کہ ان ائمہ کے مذاہب منضبط ہیں، مسائل بہ قید تحریر ہیں، عمومات کی تخصیص اور شرائط کی تنقیح وغیرہ کا کام ہو چکا ہے۔اب تک دوسرے مجتہدین کے معاملے میں ایسا نہیں ہو پایا ہے، کیونکہ ان کے متبعین نہیں رہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ ان ائمہ کے علاوہ دوسروں کی تقلید کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حقیقی مذہب کا نقل کرنا دشوار ہے اور ان کا ثبوت نہیں، اس لئے نہیں کہ وہ قابل تقلید نہیں ہیں، یہی صحیح ہے۔''(44)

شاہ ولی اللہ صاحب جیسی معتدل الفکر اور مسلکی تعصّبات سے ماوراء شخصیت نے بھی مذاہب اربعہ کو بڑی مصلحتوں کا حامل قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''جملہ مصالح کے سبب ان مدون ومرتب چاروں مذاہب پر امت اور امت کے معتد بہ لوگوں کا اتفاق ہو گیا ہے اور وہ آج تک ان مذاہب اربعہ کی تقلید کے جواز پر متفق ہیں۔اس میں ایسی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں، بالخصوص فی زمانہ کہ ہمتیں بہت کوتاہ ہیں اور لوگ مبتلائے ہوس ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کی بابت عجب کا شکار ہے۔''(45)

لہٰذا یہ اصول قرار پایا کہ نئے مسائل کو حل کرنے کے لئے بوقت ضرورت مذہب کے قول ضعیف پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے اور دوسرے دبستان فقہ سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث:

متقدمین فقہائے کرامؒ نے فقہ اسلامی کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا، اور انہوں نے علمی مباحث میں ہر شعبہ زندگی کا احاطہ کیا ہے۔شریعت کا مقصد موجودہ حالات کو مکمل طور پر ختم کر کے اس کی جگہ بالکل نئے حالات وروایات قائم کرنا نہیں ہے بلکہ شریعت کا نقطہ نگاہ فاسد اور غلط روایات کی اصلاح کرنا، درست روایات کو برقرار رکھنا اور اس میں کوئی ترمیم یا اضافہ کرنا ہے۔لہذا شریعت کا مقصد زمین پر نظام عدل وقسط قائم کرنا ہے، اس کے لئے جو

طریقہ بھی وضع کیا جائے وہی عین دین ہے۔ بلاشبہ مذاہب اربعہ کی بنیاد قرآن وسنت ہے، تاہم اگر کسی جگہ ایک مذہب کی رائے پر عمل کرنے سے مقاصد شریعت متأثر ہوتے ہیں تو دوسرے امام کی رائے پر عمل کرنا راجح ہے۔ اس لئے کہ اجتہادی امور میں اس کی پوری گنجائش موجود ہے۔ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ کا قول سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ جس دلیل پر میں عمل پیرا ہوں میرے نزدیک وہ درست ہے لیکن اس میں غلطی کا امکان موجود ہے، اور اس کے مقابلے میں جو دوسری رائے ہے وہ غلط ہے لیکن اس میں درست ہونے کا امکان موجود ہے۔

آج کل عام طور پر ایک بات تسلسل کے ساتھ کہی جا رہی ہے کہ علمائے کرام نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے اور جمود کو امت پر مسلسل مسلط کر رکھا ہے جس کی وجہ سے امت پر ترقی کے دروازے مسدود ہیں۔ اس سوال کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک اجتہاد کے بنیادی اصول وضوابط کے تعین کی بات ہے اس کا دروازہ تو ابتدائی تین صدیوں کے بعد سے اس لحاظ سے بند ہے کہ اس کے بعد اجتہاد کا عمل انہی دائروں میں ہوتا آ رہا ہے، جو مسلمہ فقہی مکاتب فکر نے طے کر دئے تھے، اور اس کا دروازہ کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہوا بلکہ ضرورت پوری ہو جانے کے بعد فطری طور پر خود بخود بند ہو گیا ہے۔ البتہ مسلمہ فقہی مکاتب فکر کے متعین کردہ اصولوں کے دائرہ میں اجتہاد کا معاملہ قدرے تفصیل طلب ہے۔ مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو فقہ جس دور میں بھی کسی اسلامی مملکت کا قانون رہی ہے اس میں وقت کی رفتار اور ضرورت کے مطابق اجتہاد کا عمل بھی جاری رہا ہے۔ اس اجتہاد میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ پرانے فقہی فتاوی پر نظر ثانی کا عمل بھی شامل ہے۔

قرآن وسنت کی نئی تعبیر وتشریح اور فقہ اسلامی کی تدوین نو کے نظریہ سے تو اتفاق ممکن نہیں ہے، کیونکہ کہ اس سے چودہ سو سالہ اجماعی تعامل سے کٹ جانے کا تصور اجاگر ہوتا ہے مگر فقہ اسلامی پر اجتماعی نظر ثانی وقت کی ناگزیر ضرورت ہے۔ اسی طرح کی ضرورت جس طرح سلطان اورنگزیب عالمگیر کے دور میں محسوس کی گئی تھی اور جس کے نتیجے میں فتاوی عالمگیری وجود میں آیا تھا۔ اگر گیارہویں صدی ہجری میں فقہ کے سابقہ ذخیرہ پر نظر ثانی اور اس وقت کے جدید مسائل کے حل کے لئے مشترکہ علمی کاوش فقہی تسلسل کے منافی نہیں تھی تو آج بھی اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ آج کوئی اورنگزیب عالمگیر طرز کا مسلم حکمران موجود نہیں جو نظام شریعت کے نفاذ کو اپنی ذمہ داری محسوس کرے، اس لئے یہ دینی اداروں اور علمی مراکز کے ذمہ امت کا قرض ہے کہ کوئی ایسا اجتماعی نظام وضع کیا جائے کہ قدیم فقہی ذخیرہ پر موجودہ حالات کی روشنی میں نظر ثانی کر کے عرف وعادات، تعامل اور دیگر احوال وظروف کے تغیر کی وجہ سے جن مسائل کی ازسرنو وضاحت ضروری ہے اسے سرانجام دینے کی کوئی معقول صورت نکل آئے۔

مصادرومراجع

1۔ عزا لدین،عبد العزیزبن عبد السلام،قواعد الاحکام فی مصالح الانام،دارابن حزم، بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ۲/۷۰

2۔ اسنوی، عبدالرحیم بن حسن بن علی، جمال الدین،نهایة السول فی شرح منهاج الاصول، مطبوع مع شرحه سلم الوصول ،عالم الکتب، بیروت ،۱۰۸/۳ .

3۔ الشاطبی، ابراهیم بن موسی،ابو اسحاق ،الاعتصام ، دار التراث العربی، مصر ،۱۱۴/۲ .

4۔ ابن قیم ، محمد بن أبی بکرالجوزیة ،ابو عبد الله ،اعلام الموقعین عن رب العالمین،مطبعة دار السعادة ،مصر، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء ،۱/۴ ۱

5۔ ابن خلدون،عبدالرحمٰن بن محمد،مقدمة تاریخ ابن خلدون،مترجم عبدالمجید صدیقی، المیزان، لاهور،۲۰۰۲ء، باب فی ان من عوائق الملک حصول ، ۱/۶۹.

6۔ أیضاً ، باب فی ان الدولة لها أعمارالطبیعیة ، ۱/۸۵ .

7۔ لجنة مکونة من عدة علماء ق فقهاء فی الخلافة العثمانیة ، مجلة الاحکام العدلیة ، نور محمد کارخانه تجارت،کتب ،آرام باغ ، کراتشی، المادة ۳۹ ،ص ۲۰

8۔ صبحی محمصانی،فلسفہ شریعت اسلام،مولوی محمد احمد رضوی (مترجم) مجلس ترقی ادب،لاہور،۱۹۷۵ء ص۲۴۴

9۔ فلسفہ شریعت اسلام از صبحی محمصانی ،ص ۲۴۴

10۔ ایضاً ،ص ۲۴۴

11۔ مجلة الاحکام العدلیة ،المادة ۳۲۶

12۔ الموافقات للشاطبی ۳۰۰/۲

13۔ ابن حزم،علی بن أحمد ،أبو محمد ،ظاهری ،الاحکام فی اصول الاحکام،مطبعة العاصمة، قاهره،مصر ،۵/۵

14۔ غزالی، محمد بن محمد بن محمد ، ابو حامد ، المستصفی فی علم الاصول، دار الفکر، بیروت ، ۱۳۹/ ؛اعلام الموقعین لام بن القیم،۲۱۰/۲ ؛الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم ،۴/۵.

15۔ المائدة ۵ :۳۸.

16۔ اعلام الموقعین لابن قیم ، ۹،۷/۳ .

17۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، نیل الاوطارشرح منتقی الاخبار ،مکتبة الکلیات بمصر، ۱۹۷۸ء، ۷/۷۳

18۔ الرازی، محمد بن عمر بن حسین،فخر الدین، مفاتیح الغیب من القرآن الکریم، دار احیاء التراث العربی ،بیروت،۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، ۶/۲۱۷.

19۔ التوبة ۹:۶۰.

20۔ ابن الھمام،کمال الدین محمد بن عبدالواحد، شرح فتح القدیرعلی الھدایة ،مصطفی الحلبی بمصر، ۱۹۷۰، ۲/۱۴-۱۵

21۔ ابن رشد،محمد بن احمد ابو الولید ، بدایة المجتھد ونھایة المقتصد ، دار نشتر الکتب الاسلامیه، لاھور،اسلامک پبلشنگ ھائوس،لاھور، ۲/۳۲۶.

22۔ مسلم بن الحجاج ،القشیری النیشابوری،موسوعة الحدیث الشریف،الکتب الستة دار السلام للنشروالتوزیع،الریاض،۱۴۲۰ ھ ،صحیح مسلم ،کتاب الطلاق ، باب طلاق الثلاث، رقم ۳۶۷۵ .

23۔ اعلام الموقعین لا بن قیم ،۳/۲،۴۲ .

24۔ السرخسی،محمد بن أحمد،ابو بکر،المبسوط،دارالمعرفة للطباعة والنشرر للتوزیع، بیروت، ۱۴۲ھ/۲۰۰۰ء، ۲۷/۱۲۵،۱۲۶ .

25۔ الدار قطنی،علی بن عمر،ابو الحسن، بغدادی،السنن،دار المعرفة ، بیروت، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء، کتاب الفرائض و السیر وغیر ذلک ، رقم ۲۶، ۴/۸۸

26۔ الشوکانی ،محمد بن علی بن محمد،نیل الاوطار،دار الجیل ،بیروت،۱۹۷۳ء ،۷/۵۵.

27۔ ابن الھمام ، محمد بن عبدالواحد السیواسی ،کمال الدین ، شرح فح القدیر علی الھدایة، مصطفی الحلبی،مصر،۱۹۷۰ء ،۵/۲۸۳ ؛ الشاطبی،ابراھیم بن موسی، ابو اسحاق،الموافقات فی اصول الشریعة ، دار الفکر العربی، مصر،۱۹۸۷ء،۲/۲۸۳.

28۔ مجلة الاحکام العدلیة ، المادة ۳۷.

29۔ أیضاً ،المادة ۳۹.

30۔ أحمد محمد شاکر، اوائل الشھود العربیة ، مطبوعة مصر ۱۹۳۰ء، ص۱۳ .

31۔ السیوطی،جلال الدین عبد الرحمن بن کمال،حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاھرہ ،

مطبع مصطفى محمد بمصر، ١/١٢٧ .

32ـ القرافی،أحمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن،الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام،مطبع انوار بمصر،١٩٣٨ء،ص٦٧

33ـ مجلة الاحکام العدلیه ،المادة ١٩؛ مسند امام احمد بن حنبل ،دار صادر بیروت، ١٣٢/٢

34ـ رضا ، سید محمد رشید ، یسر الاسلام واصول التشریع العام، مطبوعة بمصر ، ص ٧٢،٧٣

35ـ الغلایینی،شیخ علامه مصطفی،الاسلام روح المدینه ، مطبوعة بیروت ، طبع چهارم ، ١٩٣٥ء ، ص ٣٠.

36ـ اعلام الموقعین لابن قیم ، ٣/٣.

37ـ صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا ، رقم ٦١٢٨ .

38ـ تقی امینی، مولانا،احکام شریعه میں حالات وزمانه کی رعایت،الفیصل ناشران وتاجران کتب لاهور،ص ٢١ .

39ـ ابن عابدین،محمد أمین بن عمر بن عبدالعزیز،ردالمحتار علی الدرالمختار،یعرف بحاشیة ابن عابدین، دار احیاء التراث الاسلامی ،،بیروت ، ١/٨٠.

40ـ أیضاً ، ١/٧٠.

41ـ أیضا ،٣٣/٣ ، ٢٠٢/٢ .

42ـ أیضا، ٢٠٠/٣.

43ـ عقد الجید فی أحکام الاجتهاد والتقلید ، تحقیق محب الدین الخطیب،قاهره،المطبعة السلفیة، ١٣٨٥ه ، ص ٢٩

44ـ ابن امیر الحاج،موسی بن محمد،ابو الفتح،التقریروالتحبیر علی تحریرالکمال لابن الهمام، دار الکتب العلمیة،بیروت ،١٤١٩ه/١٩٩٩ء،٤٧٢/٣

45ـ الدهلوی،أحمد بن عبد الرحیم،شاه ولی الله ،حجة الله البالغة،مکتبة السلفیة، لاهور، ١٣٥٥ء، ١/٣٧٦